Title - HIKAYA - E - LAILA - O - MAJNOON

Creator - Sayyed Sajjad Haider Yaldram

Publisher - Al Nazir Press (Lucknow).

Date - N.A.

Pages - 48

Subjects - Urdu Novel.

حکایۂ لیلےٰ و مجنون

از

سید سجاد حیدر بی اے (یلدرم)

یہ دلچسپ افسانہ خیالستان سے انتخاب
کر کے مصنف کی اجازت سے شایع کیا جاتا ہے

باہتمام اسحاق علی علوی
مالک و مہتمم
الناظر پریس لکھنؤ میں طبع ہوا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اُردو زبان کا مکمّل کتب خانہ

اکثر شیدایان ملک و ادب کو یہ شکایت کرتے سنتے تھے کہ اردو میں اول تو جملہ علوم و فنون کی کتابیں نہیں ہیں اور پھر بھی یہ ستم ہے کہ جس قدر اعلیٰ درجہ کی کتابیں شائع ہوتی ہیں انکی فراہمی نہایت دشوار ہے - اور تو اور مشہور مصنفین کی جملہ تصانیف بھی آپ کسی ایک دوکان یا شہر میں نہیں خرید سکتے - .... خواجہ الطاف حسین حالی - مولانا نذیر احمد مولوی محمد حسین آزاد - علامہ شبلی نعمانی - نثر اردو کے عناصر اربعہ مانے جاتے ہیں - مگر آپ چاہیں کہ کسی بڑے سے بڑے تاجر کتب کی دوکان پر - یا ہندوستان کے کسی بڑے سے بڑے شہر میں اُن کی جملہ تصانیف یا کم سے کم تمام مشہور کتابیں ہی مل جائیں تو "این خیال ست و محال ست و جنون"

گنتی کے چار تو مصنف ہیں جنکی تصانیف کی تعداد سو سے زائد نہیں اور یہ بھی کسی ایک جگہ میسر نہیں آتیں کوئی اردو کا کتب خانہ کہاں سے قائم کرے

غرضکہ یہ اور اسی قسم کے مایوس کن خیالات دو ایک نہیں بلکہ صدہا تعلیم یافتہ اور علم دوست اصحاب سے سنے تھے جنکی بناء پر مجھے بحیثیت ایک اردو کے ادنیٰ خادم ہونے کے خیال پیدا ہوا کہ جہاں مادری زبان میں جدید تصنیفات و تراجم کی تیاری و اشاعت کے لیے علمی مرکزوں اور مجلسوں کے قیام کی ضرورت ہے - وہاں کم سے کم ملک بھر میں کوئی کارخانہ ایسا بھی ہونا چاہیے جو اصحاب ذوق و ارباب علم کیلیے ضرورت کے وقت اردو کی تمام اعلیٰ درجہ کی کتابیں فراہم کیا کرے - یہ کام جتنا اہم اور ضروری تھا اتنا آسان نہ تھا تاہم چند سال ہوئے کہ خدا کا نام لیکر "الناظر بک ایجنسی" نے اسکے سرانجام کا تہیہ کیا - اور اگرچہ ابھی تک اسکا

قیس کمرے مین نہایت غمگین حالت مین بیٹھا تھا؛ میز پر سے ایک کاغذ کو اٹھاتا تھا، اُسے پڑھتا تھا، پھر رکھ دیتا تھا، پڑھتا تھا، ٹھنڈا سانس بھرتا تھا، پھر رکھ دیتا تھا۔

یہ لیلے کا مارکونیگرام[1] تھا، جو ابھی ابھی اُسے ملا تھا: "مین کل موٹر کار پر سیر و سیاحت کی غرض سے ایک ہفتہ کے لیے جاؤنگی؛ ڈاکٹرون کی رائے ہے کہ جنگل کی خشک ہوا، میری صحت کے لیئے مفید ہوگی۔ خدا حافظ، تمھاری لیلیٰ"

بات یہ تھی کہ قدرت نے ـ اِس ستم ظریف، رحمت ناشناس قدرت نے جو ہم سب کو اپنا بازیچہ بنائے ہوئے ہے بیچارے

۱ بغیر تار کی تار برقی۔

قیس عامر کو پھر نجد مین لا بٹھایا تھا؛ مگر کس نجد مین؟ اُس نجد مین نہین جو قیس بھولے! سچے قیس کے زمانہ سے لیکر ۱۹۰۶ء تک تھا؛ اُس نجد مین نہین جسمین آجتک قیس کی روح شادان و فرحان پھرتی ہے؛ کیونکہ وہ اب تک نجد مین اپنے زمانے کے صحرا، اپنے زمانے کے ٹیلے، اپنے زمانے کے غزال، اپنے زمانے کی صبا، اپنے زمانے کا ناقہ، اپنے زمانے کے ساربان پاتی ہے؛ بلکہ اُس نجد مین جسمین اب ریل تھی، تار تھا، موٹر کار تھی، ٹراموے تھی؛ تیرتیان تھین، مشینین تھین۔

اس نجد مین۔ اس تبدیل شدہ جولانگاہ وحشت مین۔ جس مین اُس نے اپنے عشق اور جنون یا بہ الفاظ دیگر عشق یعنی جنون یا جنون یعنی عشق کے دن کس آزادی سے کاٹے تھے؛ اب وہ پیدا ہوا تھا، اور وہ ہی اکیلا پیدا نہین ہوا تھا؛ قضا و قدر کو اپنا مذاق پورا کرنا تھا اسلیے عین اُس زمانہ مین لیلی بھی پیدا ہوئی تھی۔

جن صحراؤن مین وہ غزالون کو پکڑ پکڑ کے اُن کی آنکھین چوما کرتا تھا، کیونکہ وہ لیلی کی آنکھون سے مشابہ تھین؛ اُن صحراؤن مین اب وہ عفریت جو آگ کھاتا ہے اور دھوان اُگلتا ہے، پھنکارین مارتا ہوا دو

بل کھاتا ہوا، رات دن پھرتا تھا، اور ان بھولے لیلی صفت غزالوں کو
پریشان کیے ہوئے تھا، اور اب وہ مجنون کے پاس آنا کیسا، انسان کی
صورت سے بھڑکتے تھے اور اُس کی کلفت بار ترقیوں کی نشانیوں سے
بھاگتے پھرتے تھے۔ قیس کو قضا و قدر کی طرف سے کبھی کبھی یہ علم ہوجاتا
تھا کہ وہ وہی پرانا قیس ہے، اور اُس وقت وہ اُس زمانہ کو یاد کرتا تھا کہ
ناقے کے پیچھے دوڑا دوڑا جا رہا ہے محمل میں لیلی ہے! انہیں بھی،
تو بھی یہ خیال اُس کے دل کو خوش کر رہا ہے کہ شاید اُس کے اندر
لیلی ہے۔ یا اب ٭ اب لیلی کا یہ تار ہے کہ اس کی خبر میں صبر نچلی گرا رہا
دیجیے، اچھا بہانہ کر کے چلا دیں، جانتی ہیں کہ میں تعاقب نہیں کر سکتا
یا اللہ تو نے حسینوں کو ظالم بنایا تھا، تو عاشقوں کے ستانے کے لیے
نئی نئی ایجادیں تو نہ کرائی ہوتیں! مجھ خستہ جان کے لیے تیز رفتار
ناقہ ہی کیا کم تھا، کہ اب تو نے موٹر کار ایجاد کرا دیا جس وہ چل دیتی ہیں اور
میں! میں اس شہر میں پڑا سڑا کروں گا! او ستم ایجاد لیلی! او عاشق کش
لیلی، ریل میں بھی بیٹھ کے تو نہیں گئی کہ میں اُسی ٹرین میں بیٹھ جاتا، یہ
کہا اور پھر ہاتھوں میں اپنا منہ چھپا کے سوچنے لگا۔

تھوڑی دیر بعد اک دم اُٹھ کھڑا ہوا، اور میز پر جا کے نوکر کو بُلانے کے لیے برقی گھنٹی بجائی؛ دس سیکنڈ گذرے ہون گے کہ دوسری مرتبہ اور زور سے گھنٹی بجائی۔

نوکر بڑبڑاتا ہوا: خدا خیر کرے: اب تو وقت بےوقت گھنٹیان بجاتے ہین؛ یہ آدھی رات، سب سو رہے ہین، دن بھر تو یون ہی سب مجھے ناچ نچاتے رہے، رات کو ذرا سی ذرا آنکھ لگی تھی، کہ لیجیے پھر یہ گھنٹیون کا تار بندھ گیا۔ مین باز آیا، اس نوکری سے، اگر ایک ہفتہ اور رہا تو مین بیمار پڑ جاؤن گا۔ سبحان اللہ اچھا عشق ہے کہ نہ خود چین لیتے ہین نہ کسی کو چین لینے دیتے ہین" کمرے مین داخل ہوا اور کہا: "حضور کیا ارشاد ہے؟"

"ارشاد کیا ہے، گھنٹیان بجاتا بجاتا عاجز ہو گیا، تم سُنتے ہی نہین کان مین روئی ٹھوس لی ہے یا کیا؟"

"خداوند غلام قصوروار ہے، مگر حضور ہی دیکھین یہ گھڑی لگی ہوئی ہے؛ ایک بج کے بیس منٹ آئے ہین؛ اس وقت مین نے ہزار چاہا کہ آنکھ کھُلی رکھون مگر جھپک ہی گئی"

"اچھا، بہت باتین نہ بناؤ، حاجی جاسم داخوانہ کی دوکان پر جاؤ

میری طرف سے بہت بہت سلام کہنا اور کہنا کہ ۲۵ گھوڑوں کی طاقت والی موٹر کار ایک ہفتہ کے لیے کرایہ پر چاہتا ہوں۔ ذرا سیر کے لیے جانا ہے۔ فی الحال تو کرایہ میرے پاس نہیں، واپسی پر انشاءاللہ ان کا کرایہ فوراً ادا کر دوں گا۔"

"حضور! اس وقت دوکان کہاں، حاجی جاسم کبھی کے گھر میں جا کر سو رہے ہوں گے۔"

"حاجی جاسم نہیں تو قنبر علی احمد شفر کا ہم کے یہاں جاؤ۔"

"حضور، ناراض نہ ہوں! یہ اس قسم کی دوکانوں کے کھلے رہنے کا وقت نہیں ہے! شاید حلوائیوں کی دوکانیں اور ایک آدھ قہوہ خانے اس وقت کھلے ہوں، ورنہ ساری دنیا سو رہی ہے۔"

"جانا لائق، دور ہو جا، مجھے جواب دیتا ہے، عقل سکھاتا ہے، بے ادب کہیں کا۔"

نوکر خلاصی پانے کی ترکیب سوچ ہی رہا تھا، اس ناراضی سے دل میں نہایت خوش ہوا، چپکے سے باہر آ گیا اور اپنی جگہ پر جا کر بیٹھ گیا۔

تھوڑی دیر تو قیس کل نوکروں کی جنس پر اُن کی پیچ دنیا دیر لعنت

دیکھتا رہا ہے: "ایک بھی نوکر ڈھنگ سے نہین ملتا جس کام کو کہو میں میخ نکال لینگے، جو حکم دو اُس سے بچنے کے لیے بہانہ ڈھونڈ لینگے" پھر کچھ غصہ ٹھنڈا ہوا تو خود خیال آیا: "نہین تو بلال کا کہنا ٹھیک تھا، اس وقت بھلا کون دوکان کھلی ہو گی؟ اور کھلی بھی ہوئی تو کیا تھا، مرحوم والد کی سختی کے طفیل میں کوئی دوکاندار قرض نہین دیتا، اور اگر مین خود اُن سے یہ خواہش کرون کہ موٹر کار خرید دیجیے تو وہ کیا اس خواہش کو پوری کر سکیے روادار ہونگے، ہرگز نہین! کس مشکل سے تو انھون نے بائسکل خرید دی تھی۔ اب کس منھ سے موٹر کار کی فرمائش کرون لیکن ہائے میری قسمت! مین نے بائسکل خریدی تو لیلیٰ نے موٹر کار پر توجہ کی۔ مین کسی طرح بھی اُس کا مقابلہ نہین کرسکتا؛ وہ اتنے بڑے گھرانے کی ایسے نازون کی پلی کہ جس کے ایک اشارے پر سینکڑون ماما لین، خادمائین دوڑی آتی ہین، بھلا مجھے کب خاطر مین لاسکتی ہے، یہان نصیب مین ایک بلال ہے وہ بھی بڈھا سُست۔ یہ بھی ہم جنسی کے حقوق کا خیال ہو، جو وہ مجھ قسمت کے مارے پر اتنی توجہ، توجہ کیسی، اتنی عنایت، مین عنایت کا کب سے مستحق ہوگیا اتنا رحم کرتی ہے کہ کبھی کبھی ایک آدھ غلط انداز نگاہ

سے مجھے دیکھ لیتی ہے۔ آہ لیلا! مین تیرا شکریہ ادا نہین کرسکتا، تو نے مجھے تار بھیج کے اپنے ارادے سے اطلاع تو دی! اگر بغیر اطلاع دیئے ہی چلی جاتی تو مین کیا کرلیتا، موٹرکار کی آرزو! اہشت! مین بھی کیسا بیوقوف ہون، آج وہ موٹرکار پر سوار ہوکر جاتی ہے تو مین موٹرکار کے لیئے مر رہا ہون، اچھا اگر مین کسی ضرورت سے اُس نے کل اسپیشل ٹرین چھڑادی تو مین اسپیشل ٹرین کہان سے لاؤن گا۔ کیون جناب قیس صاحب! اب آپ سمجھے، آپ زیادہ ریس نہ کیجیئے۔ ایاز قدر خود بشناس۔

اس طرح قیس اپنے دل کو سمجھاتا تھا؛ تھوڑی دیر تو وہ ساکن بیٹھا، لیکن پھر نہ بیٹھا گیا۔ آدھی رات، گھر بھر مین سناٹا (قیس کے والد نے ایک مختصر سا گھر۔ اپنے گھر سے ملا ہوا قیس کو دے رکھا تھا) مگر قیس کوٹھے سے اُتر کے نیچے آیا، اور ایک کمرے مین جو کباڑخانہ تھا، جاکر چیزون کو اُلٹ پُلٹ کرنے لگا، ڈیڑھ دو گھنٹے کی محنت کے بعد، اپنی بائسکل کو تیل وغیرہ ڈال کے درست کیا، اور نہایت بیتابی سے صبح کا انتظار کرنے لگا۔ پو پھٹی، اور قیس بائسکل پر سوار گھر سے نکل کھڑا ہوا۔

(۲)

قیس بائیسکل پر سوار گھر سے نکل کھڑا تو ہوا، لیکن شہر سے باہر پہونچ کر ہی سوچنے لگا کدھر جاؤں، مختلف سڑکیں مختلف سمتوں کو جا رہی تھیں، کدھر جانا چاہیئے؟ یہ ظاہر ہے کہ اُدھر جانا چاہیئے جدھر لیلی گئی ہے مگر خود لیلی کس طرف گئی ہے؟ اسکا کس طریقے سے پتہ لگائے! لیلی کے گھر جا کر دریافت کرے؟ مگر وہاں تو اُس کی پذیرائی خاص طور پر ممنوع ہے۔ یہی تعجب ہے کہ وہ کس طرح تار بھیج سکی؛ پرسوں ہی تو وہ خط جو اُس نے، اُس کے نام بھیجا تھا، واپس آگیا تھا، اور اُس پر لیلے کے والد کے ہات کا یہ لکھا ہوا تھا: قیس کو معلوم ہو کہ باوجود منع کرنے کے خط بھیجے جانا، اُس کے حق میں مفید نہیں ہوگا۔ وہ متنبہ کیا جاتا ہے کہ اس قسم کی بے سود اور غیر شریفانہ کوششوں سے باز آئے"! باوجودیکہ اُس نے لفافے پر اپنا نام نہیں لکھا تھا، نہ اندر اپنا نام لکھا تھا لیکن لیلی کا باپ اور اسکا خاندان نہایت ہوشیار تھا؛ اور اُس کا خط پہچان لیا جاتا تھا۔ آہ! اس خط کے پکڑے جانے پر نہ معلوم بیچاری لیلی پر کیا کیا ستم نہ ڈھائے گئے ہونگے۔ مگر واہ ری عاشق نواز لیلی! تو نے پھر بھی جادۂ وفا

سے قدم نہ ہٹایا، ورنہ معلوم کن خطروں میں پڑ کر اور خدا ہی جانتا ہے کہ کن مصیبتوں کا سامنا کر کے وہ تار بھیجا۔ لیکن جہاں اتنی عنایت کی تھی کہ اپنی روانگی سے اطلاع دی تھی، وہاں سمت سفر سے بھی اگر مطلع کر دیتی تو بندہ احسان اور احسان مند ہوتا، ہاں مگر وہ تو خود نہیں چاہتی کہ میں تعاقب کروں، کیونکہ اس تعاقب کا نتیجہ میرے لیے اور اُس کے لیے بھی اچھا نہیں۔ کچھ ہو، مگر مجھ سے تو اب گھر میں بیٹھا نہیں جاتا، میں جاؤں گا ضرور، چاہے اُس سے کوسوں دور رہوں، تاہم پھر وہی سوال ہے، جاؤں کس طرف کو؟"

اس کشمکش میں، اس بیقراری میں، کبھی اس طرف کو دیکھتا تھا، کبھی اُس طرف کو، کہ باد صبا، جو زمانہ سابق میں لیلیٰ کی زلف عنبریں سے شمیم جانفزا لایا کرتی تھی۔ اپنے ایک جھونکے میں مٹی کے تیل کی بو لائی۔ قیس مارے خوشی کے اُچھل پڑا، "اہا پتہ لگ گیا، اسی طرف سے گئی ہیں، پٹرول کی بو صاف کہے دیتی ہے۔ اب ایک منٹ ٹھہرنے کا وقت نہیں ہے" اور یہ کہہ کے اپنی پوری طاقت سے بائسکل چلانی شروع کر دی۔

مگر جس طرح پیادہ پا قیس، ناقہ سوار، محمل نشین لیلیٰ کے ساتھ نہیں چل سکتا تھا، اُسی طرح بائیسکل سوار قیس، موٹر سوار لیلیٰ کے کی گرد تک کو نہ پہنچ سکا۔

لیکن تھکن کیا شے ہے، ناامیدی کیا چیز ہے، اُسے نہ جاننے والے قیس کے لیے یہ کوئی ہمت بٹھا دینے والی بات نہ تھی۔ وہ برابر جا رہا تھا موانع کی وہ پروا نہ کرتا تھا؛ ایک جگہ راستہ درست کیا جا رہا تھا، سڑک پر پتھروں کے ڈھیر لگے ہوئے تھے، پتھر کوٹنے کا انجن، اپنی بھاری بھرکم چال سے اِدھر سے اُدھر، اُدھر سے اِدھر، پھر پھر کر آہستہ خرام بلکہ مخرام "زیر قدمت ہزار سنگ است" کی تفسیر کر رہا تھا۔ راستہ تعمیر کے لیے بند کا تختہ لگا ہوا تھا مگر قیس پگڈنڈی ہی پر سے اپنی بائیسکل لے گیا، تھوڑی دور گیا ہوگا کہ بائیسکل کی گھنٹی بگڑ گئی، اُس کو پریشانی تھی کہ بغیر گھنٹی کے کس طرح گذر ہوگا۔ سڑک پر چھکڑے، اونٹ، گائے، بھینس قطار در قطار ملتے تھے، اگر گھنٹی یا بلوا ہارن[۱] نہ ہو تو بائیسکل چلانا قطعاً غیر ممکن ہوگا، راستے میں ایک گاؤں والا نظر پڑا جو ٹوکرے میں چند

۱؎ بگل کی سی صورت کی [illegible] بائیسکل پر لگی ہوتی ہے اور جسے دبا کر بائیسکل سوار لوگوں کو متنبہ کرتے ہیں ۱۲

بلجون کو رسکھے لیے جا رہا تھا۔ بلجون کی "قین قان" سے کان پڑی آواز سنائی دیتی تھی۔ سوائے بیکار خوش ہشیار۔ قیس کو فوراً ایک ترکیب سوجھی۔ بلجاؤنی والے کو آواز دے کر ٹھہرا لیا۔ اور اُس سے بلجون کا ٹوکرا خرید کر سینڈل پر باندھ لیا۔

"قین قان" "قین قان" "قین قین" "قین قین" راستہ سیلون تک صاف تھا۔ سڑک چکر کھاتی ہوئی دور تک جا رہی تھی۔ صبح کا، نجد کی صبح کا دلفریب یا گلکتے کی گلا گھونٹنے والی صبح کا نہیں، سہانا وقت تھا! اور ریگستان کی خشک اور ٹھنڈی ہوا۔ وہ ہوا، جو اپنی صفائی کے لحاظ سے ان مرطوب بادلوں والی ممالک معتدلہ و بارہ کی ہواؤں پر ہنستی ہے۔ وہ ہوا جو عاشق مزاج، شاعر طبیعت، تن درست، قوت سے نڈر آدمی، اور شرافت بخش حیوانیت یعنی اصیل اور شریف گھوڑے پالتی ہے، یا وہ ہوا جو راجپوتانہ میں راجپوت جیسی غیور، اور حجاز اور نجد میں عرب جیسی شجیع ملت پیدا کرتی ہے۔ سائیں سائیں چل رہی تھی۔ نسیم صبح قیس کے پرانے دوست ببولوں کو، جو سڑک کے دونوں طرف سے لگے ہوئے تھے، ہلا رہی تھی۔ ببول، راستہ میں، قیس کے شرف میں اپنے

پرانے دوست قیس کے اعزاز میں ڈھول بجا رہے تھے قیس کی بائیسکل اس زور سے جا رہی تھی پہیے اس تیزی سے چکر کھا رہے تھے کہ پہیوں کی تیلیاں نظر نہ آتی تھیں، بلکہ ایک مسطح دائرہ گھومتا نظر آ رہا تھا۔

سڑک پر سناٹا تھا، بس کہیں کہیں بیچ سڑک میں گلہری اپنے اگلے پنجوں میں کوئی بیج لیے کترتی نظر آتی تھی، لیکن اس بائیسکل سوار عاشق کو دیکھ کر "چک چک" گویا "جائیے جائیے اپنے محبوب کی تلاش میں جائیے مگر مجھے تو نہ ستائیے" کہتی ہوئی ببول کے درختوں پر چڑھ جاتی تھی۔ یہ جان بخش ہوا، یہ سماں قیس کو بھی متاثر کیے بغیر نہ رہا۔

سواری کی ریاضت سے خون رگوں میں تیزی کے ساتھ دوڑ رہا تھا، چہرے پر سرخی تھی اور دل بے اختیار کچھ گانے کو چاہ رہا تھا؛ تھوڑی دیر تک تو قیس سیٹی بجا بجا کے دل کی خواہش پوری کرتے رہے، پھر یکایک پوری آواز سے الاپنے لگے ؎

دست از طلب ندارم تا کام من برآید یا تن رسد بجاناں یا جاں ز تن برآید

کہ دھرررٹ

قیس کے قدیم دشمن نے اپنا کام کیا: خار مغیلان نے بائسکل کے ربڑ میں سوراخ کر دیا، اور اس طرح اپنے پرانے فرض کو بہ احسن طریق انجام دیا۔

قیس کے توسے نہ بیٹھنے پر، یہ اسکا انتقام تھا قیس کی کہنی اکھڑ گئی تھی اور بائسکل ٹوٹ گئی تھی۔

(۳)

ان نصیبوں پر کیا اختر شناس　　آسمان بھی ہے ستم ایجاد کیا

یہ شعر تو نہین مگر اس شعر کے ہم معنی خیالات کا ہجوم قیس کے دل و دماغ پر ہو رہا تھا، کیونکہ یہی مصیبت کیا کم تھی کہ لیلیٰ کی محبت اسے چین سے نہ بیٹھنے دیتی تھی، اس پر مصیبت مزید یہ کہ کبھی کبھی اسے اس کا علم ہو جاتا تھا کہ وہ اپنی پچھلی زندگی کی تکرار کر رہا ہے، اس پرانے زمانے کو نئی شکل مین دہرا رہا ہے۔ اس کے آئینۂ قلب پر ہزار برس قبل کے نجد، اور اس قدیم نجد مین اس کی قدیم زندگی کا انعکاس ہوتا تھا؛ یہی نہین ہر مشرقی ملک کے لٹریچر مین، فسانون مین، نظم مین، نثر مین وہ اپنے تئین جلوہ گر پاتا تھا، کہین اس کے ساتھ استہزا کیا جاتا تھا، کہین ہمدردی ظاہر کی جاتی تھی

کہین اُسے جھوٹا قرار دیا جاتا تھا، کہین کچھ، کہین کچھ۔ وہ ان سب کو پڑھتا تھا اور خون کے گھونٹ پی پی کر رہ جاتا تھا۔

یون تو اکثر اُسکے دل پر چوٹ لگانے کے لیے کوئی نہ کوئی چیز موجود ہو جاتی تھی، لیکن آج ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کل دنیا نے اُسے ستانے کی سازش کر لی تھی۔

دہلی کے سول ملٹری ہوٹل مین بیٹھا ہوا تھا؛ بہار کا موسم تھا، ابھی جاڑا جا چکا تھا، اور ابھی گرمی کی گرما گرمی شروع نہ ہوئی تھی۔ یہ موسم ہندوستان کی سیر کے لیے بہت مناسب ہے، قیس اس سے اچھی طرح واقف تھا، کیونکہ اس سے قبل کئی مرتبہ اپنی خواہش سے، اقربا کے اصرار سے، ڈاکٹرون کی راے سے، وہ ہندوستان اور دوسرے ملکون کی سیاحت کر چکا تھا۔ اس دفعہ وہ ڈاکٹرون کے حکم سے، جنھون نے اس کی بائسکل کی چوٹ کی وجہ سے لیلی کے تعاقب نہ کر سکنے سے جو مزاج مین حد درجہ کی وحشت پیدا ہو گئی تھی، اُس کے علاج کے لیے سفر ہندوستان تجویز کیا تھا یہان آیا ہوا تھا۔

یہ موسم دنیا بھر مین دلکش ہوتا ہے، ہر جگہ زینت بخش عالم ہوتا ہے، پھر کوئی وجہ نہین کہ ہندوستان۔ خدا کے دیے ہوئے روح پرور مناظر، اُس کی عطا کردہ پُر تنعم نباتات و جمادات کی نعمتون سے علاوہ ہر خوبی کو اپنے ہاتھون کھوئے دینے والے ہندوستان مین پھر کے چہرہ پر غازۂ حسن نہ پھیر دے۔

تیسرا پہر تھا، بیس ہوٹل مین اپنے کمرے کی کھڑکی کے کونے بیٹھا ہوا اخبارون کو پڑھ رہا تھا، اور تھوڑی تھوڑی دیر مین اخبارون کو میز پر رکھ کر سڑک پر آنے جانے والون کی سیر کر رہا تھا۔ پائنیر کو پڑھ چکا، تو اُس نے پیسہ اخبار اُٹھایا اور پڑھنا شروع کیا:

"ہم اس کے کہنے مین ذرا سا بھی تامل نہین کرتے کہ .... صاحب کا زمانہ اپنے پیشرو کے زمانہ سے انشاءاللہ بہتر ہوگا۔ وہ پچھلی غلطیان، وہ ہماری قوم کو تہ و بالا کر دینے والی غلطیان، وہ شاید ہمین اُمید کرنا چاہیئے کہ یقیناً اُن کے زمانہ مین سرزد نہ ہونگی۔ قوم کی سرداری آسان کام نہین لیکن اس مشکل کام کو .... صاحب انشاءاللہ اچھی طرح انجام دینگے۔

دورِ مجنوں گذشت نوبت ماست
ہر کسے پنج روز نوبت اوست"

قیس آگے نہ پڑھ سکا؛ اس شعر نے اُس کے قلب اُسکے جگر گاہ تک جاکر اُس کے حسیات خفتہ کو جو اس سفر میں اُسے اس قدر ستا رہے تھے پھر جگا دیا۔ یہ عمر میں پہلی دفعہ نہ تھی کہ اُس نے یہ شعر پڑھا ہو، لیکن اس پر ان دو مصرعوں کا اثر کچھ اور ہی ہوا، کیونکہ آج اُسے پھر یہ علم ہوا تھا کہ وہ وہی پُرانا قیس ہے۔ اور اُس نے کہنا شروع کیا: "کہتا ہے" ہر کسے پنج روز نوبت اوست" یہ نہیں سمجھتا کہ جس مجنوں کے زمانہ کو وہ ختم سمجھتا ہے وہ بدنصیب اپنی زندگی، اپنی مصیبت بھری زندگی پھر کاٹنے پر مجبور کیا جا رہا ہے اور اس دفعہ کسی کو یقین بھی نہیں آتا کہ یہ وہی پُرانا قیس ہے۔ اسلیے کوئی اس سے ہمدردی نہیں، کوئی اس کے حالات پر توجہ نہیں کرتا۔ ہر کسے پنج روز نوبت اوست ابھی کہتا ہے۔ میں تو جبکی نوبت ختم ہو گئی تھی۔ سیکڑوں برس کے بعد پھر اُسی سلسلۂ زلف کا اسیر، انہی بیڑیوں کا قیدی کر دیا گیا!"

قیس کے دماغ میں یہ خیالات گذر رہے تھے کہ اُس کے کان میں ایک آواز ایک پتلی آواز جو صاف بتا رہی تھی کہ یا لڑکے کی ہے یا کسی عورت

کی پہونچی؛ اور اُس نے سڑک پر نظر ڈالی۔ دیکھا کہ ایک تیرہ چودہ برس کا لڑکا، معمولی نوکروں کے کپڑے پہنے ایک ہاتھ سے گیند اُچھال اُچھال کر دوسرے ہاتھ مین لیتے ہوے اپنے آقا کے کسی کام پر یا کوئی پیغام یا پیغام کا جواب لیے جا رہا ہے اور نہایت مزے کے سُرون مین گا رہا ہے:

داستان میری سنو قصۂ مجنون نہ سُنو
وہ بھی کیا قِصّہ کہ جسکی کوئی بنیاد نہ ہو

قیس ایک دم پاؤن زمین پر مار کے اُٹھ کھڑا ہوا، اور کمرے مین ٹہلنے لگا اور اپنے دل سے نہایت غصّہ مین باتین کرنے لگا: "اور لیجیے وہ بھی کیا قِصّہ کہ جس کی کوئی بنیاد نہ ہو! تو یہ کرب مفارقت، یہ صحرا نوردیان یہ آہین، یہ نالے، جو مین نے وہان کیے یہ سب فرضی ہی تھے! گویا میرے پاؤن مین چھالے پڑے ہی نہین، گویا ان چھالون کو کبھی کسی کانٹے نے پھوڑا ہی نہین۔ ہان، ہان یہ سب غلط، اور میا جبرادے ان کا قِصّہ صحیح۔ بیشک آپ کا قِصّہ صحیح۔ اِس مین شبہ کی گنجائش نہین بیشک صحیح ہے کہ کل آپ کی پتنگ کٹ گئی تھی، اور اُس کے

ساتھ آپ کے سلجھے کی ڈور بہت سی چلی گئی، جسکا آپ کو بہت قلق ہے۔
بیشک صحیح ہے کہ کل گولیان کھیلنے مین آپ ہار گئے، اور آپ کے
رفیق سے آپ کی خوب لڑائی ہوئی اور اُس نے آپ کو دھپیایا،
جس سے آپ آدھ گھنٹہ رویا کیئے اور جب اپنے آقا کے پاس آئے
تو اُس نے بھی اتنی غیر حاضری پر آپ کو خوب سا مارا. بیشک آپ کا قصہ
ترحم انگیز ہے، اور میری کہانی مہمل اور بے معنی ہے، کسی کے سُننے کے
لائق نہین، سُننے کے لائق کب ہوئے اصل سے ہے بے بنیاد ہے نہین،
نہین، تم تو بے تُکے الاپ رہے ہو۔ اصل مصنف صاحب کی خدمت مین
عرض کرنی چاہیئے کہ بیشک آپ نے جو فرمایا درست ہے، کوئی شک
نہین کہ آپ کا قصہ صحیح کہ گھر مین کل رات سالن ذرا سا جل گیا تھا، وہ
آپ کے سامنے پیش ہوا تو آپ نے سارا کھانا زمین پر پھینک دیا،
اور اپنی بیوی کی اچھی طرح خبر لی، وہ بیچاری سسک سسک کے
روتی رہی آپ اپنی جیب مین پرچہ غزل ڈال کر مشاعرہ مین تشریف
لائے، اور نہایت فخر سے غزل پڑھی؛ چارون طرف سے واہ واہ کے
طوفان شور افزا مین آپ اور آپ کی غزل غرق ہو گئی۔

اِس شعر پر آپ نے خاص طور پر داد طلب کی اور آپ کو حسب الامر حسب الطلب خاص طور پر داد ملی:

”داستان میری سُنو قصۂ مجنون نہ سُنو
وہ بھی کیا قصہ کہ جس کی کوئی بنیاد نہ ہو“

آج تمام دنیا نے اُسے ستانے کی سازش کر لی تھی! آج کا دن ان لمحوں میں سے تھا جب ظالم قضا و قدر اُسے اس بات کا علم دیتی تھی کہ وہ وہی پُرانا قیس ہے! اور پھر آہ۔ پھر چارہ گر زن کہ جراح و مرہم نہ است یہ علم اُس سے چھین لیتی تھی! قضا و قدر کی ہتھیلیاں تھیں، وہ ایک ہاتھ سے خنجر گھونپتی تھی، دوسرے ہاتھ سے اُس پر مرہم رکھ دیتی تھی۔

آج خنجر گھونپنے کا دن تھا۔ آج اُسکے آئینۂ دل پر اُس کی پُرانی زندگی کا۔ وہ ہزار دن پہلے قبل والی زندگی کا انعکاس ہو رہا تھا! اور عین جس وقت اُس کے قلب پر اُسکی زندگی کا انعکاس ہو رہا تھا، دنیا کی ہر شے اُس کے دل پر جان جان کر چوٹیں لگا رہی تھی۔ وہ لڑکے کے شعر سے ہی بہنا یا ہوا تھا، اور ہوٹل کے کمرے میں ٹہل ٹہل کے یہ باتیں کر رہا تھا

کہ ایک اور آواز سنائی دی۔

ایک یکہ والا، گھوڑے کو تڑاق تڑاق ہنٹر مارتا ہوا بے تحاشا بھگاتا، گویا اپنے تئیں یار کی دیوار سے جسقدر جلد اور جسقدر دور ہو سکے لیجانے کی کوشش کرتا ہوا یہ گا رہا تھا:

ہم تو مریں گے یار کی دیوار کے تلے
مجنوں کو تھا جنون جو بیابان میں رہ گیا

اِس شعر نے، قیس کے خیالات کی رَو کو دوسرا اور طرف لیجانا شروع کر دیا: ارادہ نہایت عمدہ ہے، خدا اُس کے ارادے میں برکت دے اور اُسے یار کی دیوار کے تلے مرنا نصیب ہو، لیکن خود وہ (قیس) بھلا اِس خوش نصیبی کی کب توقع کر سکتا تھا۔ اُس وقت بھی اُس ہزاروں برس قبل والے زمانے میں بھی دیوار کے تلے مرنا کیسا، سایۂ دیوار میں بیٹھنے کی اجازت تک نہ دی جاتی تھی۔ اور اب تو حالت اُس زمانہ سے بدرجہا بدتر تھی۔ پہلے تو صرف اہل خانہ مانع ہوتے تھے، اب اہل خانہ مانع نہ بھی ہوں تو میونسپلٹی نہ اُسے بیٹھنے دیگی، نہ وہاں بستر بچھانے دے گی۔

"ہم تو مرینگے یار کی دیوار کے تلے" ! دیوار کے تلے بیٹھکر دم توڑ دینا
شاید ہندوستان مین ممکن ہو تو ہو، متمدن، میونسپلٹی ظالم، پابند قانون
میونسپلٹی والے بنجے مین تو ممکن نہین. صرف ایک طریقہ مرنے کا اور ہے،
لیکن وہ خود اختیاری نہین، وہ دیوار کی عنایت پر منحصر ہے، یعنی
جب وہ یار کی دیوار کے تلے سے گذرتا ہوتا ہو، تو وہ (یعنی یار کی دیوار)
لطفاً و رحمتاً اُس پر گر پڑے، اور اِس طرح وہ دیوار کے تلے دبکر
مرجائے. لیکن یہان بھی وہی ظالم میونسپلٹی کا پاؤن اڑا ہوا ہے، اول تو
اہل خانہ خدا کے فضل سے ہمیشہ مکان کی مرمت کراتے رہتے ہین،
بالفرض وہ بھول بھی جائے تو میونسپلٹی، اگر کسی دیوار کو خطرہ کی حالت مین دیکھتی
ہے تو وہ اُسے گروا کے نئی اور مضبوط دیوار بنوا دیتی ہے۔

اس طرح بکواسے کے طعن نے جو اُس کے دل پر برچھی لگائی
تھی۔ اُس کی چبھن کو گھٹانے کی، لڑکے نے جو چرکے لگائے تھے،
اُن کی سوزش کو کم کرنے کی منطق اور دلائل سے کوشش کر رہا تھا،
اِس ہجوم طعنہائے شعرا کے مقابلہ مین جو اُس نے اپنی قوت صرف
کی تھی، اُس سے وہ تھکا ہوا معلوم ہوتا تھا، آخر کمرے مین ٹہلا گیا،

کرسی میں گر پڑا، اور اس طرح بے حس و حرکت گر پڑا گویا اُس کے اعضا بے حرکت تھے نہ صرف یہ بلکہ دماغ بھی ساکن تھا! دماغ جو اس قدر پُر شدت خیالات کا جولانگاہ رہا تھا، اس وقت اپنے میں کسی خیال کو جگہ دینے سے انکار کر رہا تھا۔

حس اور جسم کی اس عطالت نے اُس پر اپنا جان بخش اثر کیا، اور تھوڑی دیر میں وہ تازہ دم ہو کے اُٹھ بیٹھا۔ خالی کس سے بیٹھا جاتا ہے پھر پاس کی میز سے ایک اخبار اُٹھایا، یہ "مخزن" تھا۔ یوں ہی بغیر کسی مقصد کے ورق الٹ رہا تھا کہ اُس کی نظر کو آخری صفحوں پر غزل کے لفظ نے اپنی طرف مائل کیا۔

یہ نیرنگ کی ایک غزل تھی۔ مقطع تھا۔

پھر ہوئی لیلیٰ و مجنوں کی حکایت تازہ
اُن کا عالم وہی نیرنگ کا نقشہ ہے وہی

مقطع کو پڑھ کے اُس کی طبیعت بہت خوش ہوئی۔

پھر ہوئی لیلیٰ و مجنوں کی حکایت تازہ! خدا بھلا کرے تیرا نیرنگ! اگر کسی شخص نے دنیا میں حقیقت کو بیان کیا ہے یا زیادہ صحیح یہ کہ کتمان

حقیقت سے گریز کیا ہے تو وہ نیرنگ ہے جزاک اللہ خیرا لجزاء
دوسرا مصرع میں نہیں کہتا کہ غلط ہوگا، ممکن ہے کہ نیرنگ کا نقشہ میرے
ہی نقشہ کی طرح ہو۔ اس لیے مجھے اُن سے کوئی شکایت نہیں میں تو
صرف پہلے مصرع کے لیے اُن کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

"قدر" برچھیاں کھونسنے سے فارغ ہو کر اب مرہم رکھنا چاہتی تھی،
ورنہ کیا وجہ ہے کہ اس شعر نے قیس کو خوش کیا۔

تھوڑی دیر میں قیس وہی سادہ قیس تھا، اور اسے پچھلے واقعات کا
ذرا سا بھی علم نہ تھا۔

آج قیس کی طبیعت میں قدرے بشاشت تھی کہ اُس سے کمرے میں یونہی
تنہا نہ بیٹھا گیا۔

فلالین کا سوٹ پہن کے اور ٹینس بیٹ ہاتھ میں لیکر قیس باہر آیا اور مغرب
تک ٹینس کھیلتا رہا۔

(۴)

مغرب کے بعد قیس ہوٹل میں داخل ہوا۔ آج کی رات یہاں ایک جلسہ
تھا، اور قیس اُس میں مدعو تھا۔ ڈرائنگ روم روشنی سے جگمگا رہا تھا۔

لیڈیون کی ریشمی گونون کی سرسراہٹ باریک و چدار قہقہون کی پرترنم آواز، دستی پنکھون کا جلد جلد ہلنا، اور اس طرح اُن پرزینت چہرون کو جو نہایت کوششون اور گھنٹون کی عرق ریزی سے اس وقت کے لیے آراستہ کیے گئے تھے، کبھی چھپا دینا، کبھی جھلک دکھا دینا، یا یون کہنا چاہیے کہ چاندون کا جو کسی درخت کے نیچے سے دیکھے جاتے ہون کبھی پتون مین چھپ جانا کبھی ظاہر ہو جانا، سفید براق گردنون پر موتیون کے ہارون کا چمکنا، کسی خوش قسمت شخص سے ہاتھ ملاتے وقت برقی روشنی کا، لیڈی کے ہاتھ کی انگوٹھی پر پڑ کے چمکا دینا، کسی کونے سے برق تبسم کا گرنا، کسی صوفے سے نغمۂ خندہ کا اُٹھنا، ایک ایسا دلفریب منظر تھا کہ بہت سے لوگ جو اس ڈرائنگ روم مین تھے بات کر کے کبھی خلل انداز نہ ہونا چاہتے تھے، پلک جھپکا کے کبھی اس نشہ کو جسے وہ آنکھ کے ذریعہ سے پی رہے تھے، ایک لحہ بھر کے لیے بھی کم نہ کرنا چاہتے تھے بلکہ آرام کرسی یا کسی صوفے پر سر کو ٹیکے اس فردوس نگاہ و جنت گوش مین بے حس و حرکت پڑے تھے۔

وہ انسانی تیتریان جنھین لوگ غلطی سے نہین طبیعت کے

ہٹلوں سپنے سے 'عورت' کے نام سے تعبیر کرتے ہیں متحرک تھیں - بھونرے - رات کا سیاہ لباس پہنے ہوئے مرد بھونرے ہی کے لقب کے مستحق ہیں - یہی متحرک تھے کہیں ایک بھونرے کے گرد دو تین تیتریاں تھیں، کہیں ایک تیتری کے چاروں طرف تین چار بھونرے جمع تھے۔

قیس اس بزم کے کنہیا تھے سب کی آنکھیں اُن پر پڑ رہی تھیں - سب لیڈیوں کے لیے اِن میں کشش تھی، غیر ملک کے آدمی کی طرف ہر شخص مائل ہوتا ہے، عرب، وہ بھی نجد کا عرب کس کے لیے عجوبہ نہ ہوگا ان کی طبیعت اسوقت خاص طور پر لبتاشش تھی، نجد کا حال بیان کر رہے تھے، لوگ سوالات کر رہے تھے، وہ ان کا جواب دیتے تھے مگر ایک نوجوان، ہیجدہ نوزدہ سالہ، سیاہ پلکوں والی، سیاہ بالوں والی، لڑکی جو زرین تاجوں یعنی سنہری بالوں - مذہب تیروں یعنی سنہری پلکوں والی لیڈیوں میں ایسی ہی عجیب معلوم ہوتی تھی، جیسا اُن مغربیوں میں قیس جیسا مشرقی۔ ایک غیر معلوم کشش سے قیس کو اپنی طرف کھینچ رہی تھی، اور خود قیس کی طرف کھنچی جا رہی تھی - قیس کی باتوں میں

بغایت دلچسپی، اِس لڑکی کے پُراشتیاق چہرے سے ظاہر ہو رہی
تھی۔ کوئی اور سوال کرتا تو قیس جواب تو دیتے، اور اچھی طرح جواب دیتے
غیر تسکین بخش جواب دینا تو اخلاق و نزاکت طبیعت کے خلاف تھا مگر
کچھ بہت خوشی سے جواب نہ دیتے۔ لیکن اگر یہ لڑکی سوال کرتی۔ اور
اور مسائل ذرا فرصت دیتے تو سوالوں کی بوچھاڑ کر دیتی تھی۔ تو
قیس اس طرح جواب دیتے گویا ان کی تمام روح، اُن کی تمام قابلیت
خوش کرنے کی تمام قوت خواہش اس جواب میں آکر جمع ہو گئی ہے۔
اوروں کو جواب دیتے وقت بھی اُن کی نظر و دیدہ نظر اُن سیاہ
پلکوں۔ اُن چمکدار سیاہ پتلیوں اور نرم سیاہ بالوں ہی میں جا کر
کھینس جاتی تھی اور ان سے واپس نہ آنا چاہتی تھی۔ اور اگر یہاں
اس کے جواب میں کوئی طالب کرتا ہوا تو پھر اُن کی نظروں میں گویا
کمرے سے کچھ میں کوئی اور ہوتا ہی نہ تھا۔ اور اُس لڑکی میں بھی ان گنتی سیاہ
پلکوں اور سیاہ چمکدار پتلیوں اور نرم و سیاہ بالوں کا قیس کے لیے کچھ
ایسا سحر تھا، اور اُس کے دماغ پر ایسا اثر کرتا تھا کہ اُسے یہی چیزیں
اُس کے سامنے تیرتی اُس کے دماغ میں چکر کھاتی معلوم ہوتی تھیں۔

لڑکی کا چہرہ نہایت دلکش تھا، لیکن قیس کے سطحِ دماغ پر اُس کے چہرے کا نقش نہیں جم رہا تھا، بلکہ وہی گھنی سیاہ پلکوں سیاہ پتلیوں اور سیاہ ریشمی بالوں کا۔

ان میں اُس کے کچھ ایسی کشش تھی کہ اُس کی نظر سکڑ سکڑ کے انھیں پر جمع ہو جاتی تھی، اور دوسری چیز دل یا چہرے کے رخساروں پر پڑنے سے بھی ابا کرتی تھی۔۔۔

ایک طرف سے تجویز ہوئی، قیس کو اتنا ہوش نہ تھا کہ معلوم ہو کہ کس نے تجویز پیش کی اور کیا تجویز تھی، صرف لوگ اُس کے پاس سے ہٹتے نظر آئے۔ کہ پیانو کا شغل کیا جائے۔ عورتیں اور مرد پیانو کے گرد جمع ہو گئے، اُن کے پاس سے بھیڑ چھٹ گئی۔

مگر قیس مسحورانہ وہیں بیٹھا رہا! اس کی آنکھوں میں وہی سیاہ گھنی پلکیں، وہی سیاہ ریشمی بال چھا رہے تھے۔ ہاں چہرہ ایک سفید نقطے کی طرح نظر آتا تھا۔ پیانو سے آواز نکلنی شروع ہوئی، اور عورتوں کی باریک اور مردوں کی بھری ہوئی آوازیں پیانو کا ساتھ دینے لگیں، لیکن اُس کی آنکھوں میں وہی سیاہ گھنی پلکیں وہی سیاہ چمکدار پتلیاں،

وہی سیاہ ریشمی بال اس طرح چکر کھا رہے تھے جیسے شراب کے نشہ مین
سامنے کی چیزین پھرتی اور دھندلی دھندلی نظر آتی ہین۔

ان دھندلی دھندلی سیاہ چیزون مین وہ سفید نقطہ جو اُسے اپنی طرف
اس قدر مائل کیے ہوے تھا۔ بولتا نظر آیا، اور اُس کے کانون مین
یہ آواز پہونچی۔

"مگر مسٹر قیس! آپنے وہان کی عورتون کا حال بیان نہ کیا' ان کا
حسن مغربی حُسن سے ضرور فرق رکھتا ہوگا؟"

اس پردہ چونکا، اور گویا عالم رویا سے عالم بیداری مین آیا۔ اُس وقت
اُسے معلوم ہوا کہ وہ لڑکی اُس کے پاس بیٹھی ہے، اور سوال کر رہی ہے
اُس کے گرد اور کوئی نہین ہے۔

قیس نے اپنا ہاتھ اپنی آنکھون پر پھیر کر، گویا اپنے دماغ اور دماغ
کی کھڑکیون کو اپنی اصلی حالت پر واپس لانے کی کوشش کر کے
جواب دیا:-

"معاف کیجیے گا، مین ایک خیال مین چلا گیا تھا۔ مگر آپ یہان
کیون بیٹھی ہین آپ بھی گانے کا لطف اُٹھائیے۔"

لڑکی نے جواب دیا "مجھے معاف کیجیے اگر میں نے اس سوال سے آپ کے لطف میں خلل ڈالا مجھے خیال نہ تھا کہ آپ حالت استغراق میں ہیں"

"یہ معافی مانگنا تو وظیفہ جاری رہیگا اس لیے اسکے ختم کرنے کے لیے میں کہتا ہون کہ مین نے معاف کیا۔ مگر حقیقت میں یہ تو فرمایے کہ آپ اس وقت جبکہ پیانو آپ کو بلا رہا ہے اور ہر شخص آپ کی آواز کی حلاوت سے متمتع ہونیکا آرزومند ہے میرے پاس بیٹھ کر کیون آپ اپنا وقت ضایع کر رہی ہین"۔

کہنے کو تو وہ کہ گیا، لیکن قیس دل مین خدا سے چاہ رہا تھا کہ وہ جہان تھی وہان سے نہ ہٹے۔ اُس کی اس دلی خواہش کو لڑکی کے اس جواب نے پورا کیا۔

"مجھے اسوقت نہ گانے، نہ گانا سننے کی خواہش ہے مین خوش ہون کہ اسوقت پیانو نے آپ کے پاس سے بھیڑ کو ہٹا لیا ہے کیونکہ لوگ اس قدر آپ سے سوالات کرتے ہین کہ مجھے کچھ پوچھنے نہین دیتے۔ آپ بالکل انھین کے حصہ مین آجاتے ہین۔ مگر مجھے خوف ہے کہ مین آپ کے پیانو کا لطف اٹھانے مین ہارج ہو رہی ہون"۔

"بالعکس آپ نہ سنئے ہین۔۔ دے رہی ہین۔ مین اس وقت، نہ معلوم کیون، پیا ذکیا موسیقی سے بیزار ہون، اور چاہتا ہون کہ میرا خیال اُس طرف نہ جائے، آپ پوچھیئے مین خوشی سے آپ کے سوالات کا جواب دون گا۔"

"مین یہی چاہتی تھی کہ نجد کی عورتون کی کچھ کیفیت آپ بیان کرین ظاہر ہے کہ اپنے ہی ہم جنسون کے حالات مین زیادہ دلچسپی ہوگی۔ یہ بتائیے کہ وہان کی عورتون کا اثر مردون پر ہے یا نہین؟ مشرق اس معاملے مین ہمیشہ غرب کا مطعون رہا ہے۔ اگرچہ مین ان طعنون کو بہت کچھ بے بنیاد سمجھتی ہون تاہم آپ سے اس کے متعلق ایک جواب شافی سُننا چاہتی ہون، ان کے حُسن، اُن کے رنگ، اُن کے خدوخال کا بھی کچھ حال بیان کیجیے۔ بلکہ میرا سوال تو یہی تھا۔ آپ نجد کے حُسن مین اور مین محض مثالاً کہتی ہون یورپ یا غرب کے حسن مین کیا مابہ الامتیاز پاتے ہین۔ شاید کیا غالباً حسن تو وہین کا آپ کی نظرون مین کھبتا ہوگا لیکن اس کھبنے کی وجہ بھی بیان کیجیے گا۔"

قیس نے ذرا مسکرا کے جواب دیا "آپ کے سوالات نہایت

دلچسپ ہین، اگر سب ایک ہی دفعہ نہ پوچھ ڈالیے۔ نجد مین عورتون کا
کیا اثر ہے اسکا حال تو آپ کو صرف اس مثال سے معلوم ہو جائیگا
جو آپنے ضرور کہین نہ کہین پڑھی ہوگی اگر آپ کو مشرقی لٹریچر تو نہون
ہی کے ذریعے سے مل گیا ہے کہ نجد مین ایک مشہور شخص جو میرا
ہمنام تھا، ایک عورت کے لیے دیوانہ ہو گیا، بطور استعارہ کے
لفظ دیوانہ استعمال نہین کیا ہے بلکہ حقیقت مین وہ فاتر العقل ہو گیا تھا۔
چنانچہ آجتک کتابون مین نظم مین نثر مین عرف عام مین وہ مجنون
ہی کے لفظ سے یاد کیا جاتا ہے جب تک زندہ رہا۔ اپنی محبوبہ لیلی
ہی کا نام لیتا رہا، اُسی کے خیال کی پرستش کرتا رہا۔ یہ واقعہ ہے،
خیالی فسانہ نہین، اس شخص نے وہ نام حاصل کیا کہ آج مین بھی اُسکا
ہمنام ہونے پر فخر کرتا ہون، پس لیلی کا اثر مجنون پر نجد کی عورت کے
نجد کے مرد پر اثر کا اعلیٰ نمونہ ہے، اُن کی فتوحات کی سب سے بڑی
یادگار ہے۔ خدا ہی کو معلوم ہے کہ اس لفظ "لیلی" مین کچھ جادو ہے، یا
مشیت مین یہ لکھا ہے کہ کسی دل پر سب سے زیادہ قابو پانے والی
عورت نجد مین لیلی ہی کہلائے گی، یا کیا، مین بھی دمبھر آپ سے اعتراف

کرتا ہون، مگر آپ اپنے تک ہی رکھیے گا) مین بھی نجد کی ظالم، ظالم کہون، یا مہربان، کیونکہ اُس مین دونون صفتین پاتا ہون، مین بھی نجد کی جس لڑکی کا اسیر ہون اُسکا نام بھی لیلیٰ ہے"۔ اور کون کہہ سکتا ہے کہ کتنے لیلائین" کتنے "قیسون" پر نجد مین ظلم کر رہی ہین، بس یہ سمجھ لیجیے کہ نجد اس وقت تک لیلائے نجد کی مٹھی مین نجد کے قیس کی رگ و جان و رشتۂ قلب ہی"

پیانو کی اور پیانو کے ساتھ گانے والون کی آوازین اُٹھ رہی تھین اور اونچی ہو ہو کر اُس طرف کو جا رہی تھین جہان سے موسیقی اُتر کے اس دنیا مین آئی ہے۔

مگر قیس اور اُس کی سیاہ آنکھون والی، سیاہ پلکون والی سیاہ ریشمی بالون والی سامع کے لیے گویا کمرے مین خاموشی طاری تھی۔

ایسا سامع اور یہ مضمون! یہ معلوم ہوتا تھا کہ لڑکی نے ایک اُستادِ فن کی چابکدستی سے۔ اور کہان ہے وہ لڑکی جو اس فن مین چابکدست نہین، ماہر نہین۔ قیس کے دل کے اُس تار کو چھیڑ دیا تھا، جس سے سب سے زیادہ رقیق، سب سے زیادہ دل دوز صدا نکلتی تھی، وہ

ذرا کی ذرا ٹھہرا، پھر اُس کے چہرے پر آنکھوں مین ایک ایسی چمک آگئی جو بتا رہی تھی کہ وہ عالم تصور مین جسمین وہ اسوقت تھا، کسی نہایت دل خوش کن نظارے کو دیکھ رہا تھا۔

لڑکی نہایت شوق سے اس حالت کو دیکھ رہی تھی اور مخل نہ ہونا چاہتی تھی، کیونکہ وہ سمجھتی تھی؟ دیکھ رہی تھی۔ عورت کا دل جہان محبت کے لیے آئینہ جم ہے۔ کہ قیس نجد اسوقت لیلاے نجد کی زیارت کر رہا تھا۔

قیس اس عالم سے باہر آیا، اور معذرت خواہی کے لہجے مین کہنے لگا: "آپ میری ان بے موقع خاموشیون کو خیال مین نہ لایا کرین، یہ میری عادت سی ہو گئی ہے کہ موقع بے موقع تصورات مین چلا جاتا ہون۔ آپ حسن نجد، حُسن نجد کے خد و خال کا حال بھی پوچھتی تھین، یہ مشکل سوال ہے، کیونکہ جواب مین اتنا ہی کہہ سکتا ہون کہ وہ ایسا نہین ہوتا، ویسا نہین ہوتا۔ کیسا ہوتا ہے؟ اس کے ظاہر کرنے کے لیے نمونہ کی ضرورت ہے، اور وہ یہان میرے پاس نہین کہنا چاہتا تھا، مگر یہ غلط ہو اُسکا ہو بہو نمونہ نہ سہی تو بہت مشابہ نمونہ تو میرے پاس ہے۔ اب اگر اُسے ظاہر کردن تو یقین نہ کیا جاویگا، اور اگر نہ کہون تو اداے مطلب سے

قاصر رہوں گا۔

خیر جو کچھ ہو۔ وہاں کے حسن کا حال اگر آپ پوچھتی ہیں تو میں مختصراً یہ عرض کئے دیتا ہوں کہ حسن نجد ایسا نہیں جیسا اسوقت یہاں اس کمرے میں مشغول نغمہ طرازی ہے۔ نجد کی دلبری اُس شکل میں ظاہر ہوتی ہے جو۔ اجازت ہے تشبیہ دوں؟" "آپ بھی کمال کرتے ہیں۔ جب میں نہایت بیتابی سے سُن رہی ہوں آپ نے اپنے فقرے کو نا تمام چھوڑ دیا، نجد کی دلبری کس شکل میں ظاہر ہوتی ہے"؟

"جو اس وقت مشغول حرج ہے"!

اس پر لڑکی کھسیانی سی ہو گئی، اور کہنے لگی: "معلوم ہوا نجد کے مرد بھی، ہمارے ملک کے مردوں کی طرح چاپلوس ہیں! خوشامدی ہیں! میں پہلے ہی اس اعتراض کے وارد ہونیکا خوف کرتا تھا، اور وہی ہوا۔ بہرحال اب میں واقعات کو پلٹ تو نہیں سکتا"۔

لڑکی کے اس جواب میں "تو وہ کیا چیز ہے جو آپکے حرج کرنیوالے کو (بقول آپکے) لیلیٰ نجد سے مشابہ کرتی ہے"؟ کھسیانہ پن تو تھا، مگر ایک خوشنودی کی ادا بھی شامل تھی۔

اِس پر وہ جوش مین آگیا اور کہنے لگا: وہ، وہ زلف عنبرین وہ، وہ گیسوے شکین ہے جو میرے جارج اور لیلاے نجد مین مشترک ہے، وہ، وہ سیاہ تیر اپنی وہ، وہ سیاہ نگر دش ستارہ ہی، وہ، وہ غیر قابل بیان دلکشی ہے جسے میرا نجد مین پلا ہوا دل محسوس کرتا ہے مگر الفاظ مین ادا کرنے کی طاقت نہین رکھتا۔ آپ نے فرمایا تھا کہ مین دہان کے حسن کو ترجیح تو دیتا ہی ہونگا مگر اس ترجیح کی کوئی وجہ بھی بیان کرون۔ آپ امواج بحر سے پوچھیے کہ چاند کی طرف کیون کھینچتی ہین؟ آپ پروانون سے - ان میری طرح بیوقوف لدا دون سے پوچھیے کہ شمع پر آ کر کیون گرتے ہین؟ آپ سورج مکھی سے کہ پرستندہ آفتاب ہے سوال کیجیے کہ اُس نے آفتاب کو کیون قبلہ بنا رکھا ہے جب یہ جواب دیسکین گے تو شاید مین بھی جواب دی......

آہ! آہ! توبہ اُف، اُف یا اللہ توبہ ہے......"

قیس یکایک صوفا سے زمین پر گر پڑا اُس کے ہاتھ پاؤن اینٹھنے لگے۔ طرا انگناف دم مین کہ بزم طرب تھا، اک دم کھلبلی پڑگئی۔ سب اس کے گرد آکر جمع ہو گئے لیکن بیچارہ قیس بڑی تکلیف مین تھا، اُسکی رگین

کھنچ رہی تھیں، ہاتھ اینٹھے جاتے تھے۔ مجمع میں چند ڈاکٹر بھی تھے
اُن کی رائے تھی کہ مرگی کا دورہ ہے۔ بعضوں نے کہا کہ اختلاج قلب
کی علامتیں ہیں۔

دوا کے لیے لوگ دوڑے، گئے کہ اتنے میں قیس کی حالت میں
بہتری ظاہر ہونے لگی، اور تھوڑی دیر میں بغیر کسی دوا کے وہ خود بخود
اُٹھ کھڑا ہوا۔

لوگوں کے پوچھنے پر معلوم ہوا کہ ایسا دورہ اس سے قبل کبھی نہیں
پڑا تھا۔ جہاں تک اُسے یاد تھا یہ پہلی دفعہ تھی کہ اُس کی یہ حالت ہوئی
بہرحال ڈاکٹروں کا ایک مشورت کا جلسہ ہوا۔ سب نے مل کر
پانچ چھ طب کی ضخیم کتابوں میں ڈوبے ہوئے ڈوبے ہوئے ناخون
سے یہ فیصلہ کیا کہ مرگی کا دورہ تھا، اور اُسکے لیے علاج تجویز کردیا۔

(۵)

"جناب ایڈیٹر صاحب پیسہ اخبار! آج میں نے ایک ایسا عجیب
نظارہ دیکھا کہ اُسے آپ کے ناظرین تک پہونچائے بغیر نہیں رہ سکتا!
میں اتفاقاً آج دوپہر کو ذوالاکیل کا ڈنڈ دباغ حیوانات یا عرف عام

مین چڑیا خانہ) کی طرف چلا گیا۔ دوپہر کا وقت تھا اور لاہور کی دھوپ
شکل سے کوئی آدمی وہان نظر آتا تھا۔ کہ اتنے مین میری نظر ایک شخص
پر پڑی جس نے بے اختیار مجھے اپنی طرف متوجہ کرلیا۔ یہ ایک خوش رو
جوان تھا۔ لباس تو وہی تھا جو آجکل کل ممالک متمدنہ کے لوگون کا
لباس ہے، مگر چہرہ اور خط وخال صاف بتا رہے تھے کہ ہندوستان کا
آدمی نہین ہے اہل یورپ کا بھی نقشہ نہ تھا، وہ کرختگی وہ شان
تبختر چہرے سے نمایان نہ تھی۔ چہرہ پر ایک غمگینی مگر ساتھ ہی اُس کے
بلا کی متانت تھی، ایک شعریت تھی جو الفاظ مین نہین آسکتی، ایک
محزونیت تھی جس سے معلوم ہوتا تھا کہ دل عمیق تحسنات کا آماجگاہ
رہتا ہے مین نے جلد معلوم کرلیا کہ یہ شخص۔ جو خوشحال اور اچھے گھر انیکا
اور اچھی تعلیم پائے ہوے معلوم ہوتا تھا۔ عرب اور وہ بھی قبلۂ شعرا
کعبۂ اُدبا سرزمین نجد کا عرب ہے۔ میری عربی دانی آج کام آگئی
اور مین نے وہ کچھ دیکھا اور وہ کچھ سنا جو اب تک مجھے حیرت مین
ڈالے ہوے ہے اور مین خود شبہ کر رہا ہون کہ آیا میری آنکھ
نے غلطی تو نہین کی، اور میرے کانون نے دھوکا تو نہین کھایا۔ یہ

شخص بایاں ہاتھ پتلون کی جیب میں اور داہنے ہاتھ کا انگوٹھا
واسکٹ کی جیب میں ڈالے اور باقی چار انگلیاں باہر نکالے
ٹوپی پیچھے کو ڈالے، ایک لاؤ بالیانہ انداز سے اِدھر سے اُدھر اُدھر
سے اِدھر پھر رہا تھا۔ کبھی اُس کٹہرے کے سامنے کھڑا ہو جاتا تھا،
کبھی اس کٹہرے کے اندر کے جانوروں یا پرندوں کو منٹوں کھڑا غور سے
دیکھتا تھا۔ ایک دفعہ ایک پارک کے قریب جس کے گرد تار کھنچا ہوا
تھا ٹھٹک گیا۔ اس پارک میں جیسا آپ کو معلوم ہے ہرن اور اُنکے
مختلف اقسام جمع ہیں۔ اس خاص مجموعہ کے لیے لاہور کا باغ حیوانات
بالتخصیص ممتاز ہے، معلوم ہوتا تھا کہ یہ مجموعہ اس اجنبی کے لیے خاص
دلکشی رکھتا تھا۔ کیونکہ میں نے دیکھا کہ وہ یہاں بڑی دیر تک کھڑا رہا۔
دھوپ کی وجہ سے ہرن دو درختوں کے سایہ کے نیچے کھڑے
تھے۔ لیکن وہ اُنھیں اپنی طرف بلانا چاہتا تھا، اُس نے اول تو ہری ہری
دوب چھانٹ کر اور اپنے ہاتھ میں لیکر اُن کو دکھائی۔ مگر پارک میں دوب
کی کمی نہ تھی، اس لیے وہ اُس کی طرف متوجہ نہ ہوئے۔ پھر یہ نوجوان وہاں
سے چلا گیا اور تھوڑی دیر میں واپس آیا۔ میں نے دیکھا کہ اسنے جیب میں

کچھ چنے اور جو وغیرہ نکال کر ڈالے۔ اس دفعہ وہ کامیاب ہوا اور کچھ ہرن اُس کی طرف آ گئے۔ یہاں تک تو کوئی تعجب کی بات نہ تھی اکثر دیکھا گیا ہے کہ لڑکے اور عورتیں اور بڑے آدمی بھی جنھیں حیوانات سے دلچسپی ہے اور اس بے زبان مخلوق سے ہمدردی رکھتے ہیں باغ حیوانات میں آکر اُنھیں کچھ کھلاتے ہیں۔ تعجب کی بات تو وہ تھی جسے اب میں بیان کرتا ہوں۔ اِن ہرنوں میں چند غزال عرب بھی تھے۔ غزال عرب جیسا سب جانتے ہیں۔ ہرن کی جنس میں سب سے زیادہ حسین متناسب الاعضاء اور ہلکے بدن کا ہوتا ہے۔ یہ جب اُس کے پاس آیا تو نوجوان نے ایک ازخودرفتگی سے اُسکے مُنھ کو پکڑ کے اُسکی آنکھوں کو چومنا شروع کر دیا۔

غزال ایسی محبت کا عادی نہ تھا اور وہ کوشش کرکے اپنے تئیں چھڑا کے ہوا میں چوکڑی بھرتا اور اپنے خوبصورت پتلے کھُروں کے نشان زمین پر لگاتا، بھاگ گیا اور دُور جا کے کھڑا ہو کے مُڑ مُڑ کے اُس کی طرف دیکھنے لگا۔

میں نے دیکھا کہ نوجوان کے چہرے پر محزونیت کے علائم زیادہ

گھرے ہو گئے، اور اُس نے خنگلے سے ٹیکا لگا کے عربی زبان
میں یہ کہنا شروع کیا۔

"معلوم ہوا، بس نجد میں ہی نہیں (اور اِس فقرے سے میں سمجھا وہ
نجدی ہے) بلکہ ہر جگہ یہ مجھ سے نفرت کرتے ہیں۔ اِس کی وجہ کیا ہے
ما اُدری میں اُن کے بُرا چاہنے والوں میں تو ہوں نہیں، لا واللہ
مگر (اور یہاں اُس نے ایک شعر پڑھا جس کا اگر سرسری ترجمہ کیا جائے
تو یہ ہو سکتا ہے):

ہے لیلیٰ سا چلن دیکھو سارے غزالوں کا
غضب کرنا شیوہ ہی کچھ اچھی آنکھوں والوں کا

سوائے اُس لڑکی کے کہ میں اُسکی توجہات اور عنایات کا ممنون
ہوں، باقی اور میں نے کسی لیلیٰ چشم کو اپنی طرف مائل اپنے اوپر رحیم
نہ پایا، اور مصیبت یہ ہے کہ میں ایک بے اختیارانہ بیتابانہ کشش سے
اُن کی طرف کھنچا جاتا ہوں۔ آہ! لیلیٰ، میں تیری پرستش کہاں کہاں اور
کس کس چیز کو دیکھ کر کرتا ہوں، تجھے کچھ خبر بھی ہے؟ مگر تجھے کیا خبر اور خبر
ہونے کی ضرورت ہی کیا۔"

یہ کہکر اُس نے کوٹ کی جیب میں سے ایک رومال نکالا اور چہرہ پر رکھ لیا اور آہستہ آہستہ باغ سے باہر چلا گیا اور میری نظر سے غائب ہو گیا۔ اس نظارہ سے کون متاثر نہ ہوتا۔ مین متاثر ہوا مگر اس سے زیادہ متعجب۔ یہ معاملہ کیا تھا۔ قصّہ کیا تھا؟ لیلی انجدا مین صحیح سُن رہا تھا، یا واہمہ نے صورتین اور مکالمہ پیدا کر دیا تھا؟ مگر مین صحیح عرض کرتا ہون کہ جب مین اس باغ مین گیا ہون نہ مین نجد کا خیال کر رہا تھا۔ اور نہ لیلی کا نام میرے ذہن مین تھا۔ اس حیرت انگیز واقعہ کی توجیہ کرنے سے مین قاصر ہون۔ آپ اور آپ کے معزز اخبار کے ہزارہا ناظرین کی خدمت مین اس غرض سے پیش کرتا ہون کہ اُسکے متعلق اپنی رائے سے بذریعہ پیسہ اخبار کے مطلع فرمائین کیا یہ ممکن ہے کہ سیکڑون برس کے بعد اُس سرزمین مین جسکا نام ہی ہم مشرقیون کے دلون مین دو زندہ جاوید عاشق معشوق کی یاد زیادہ کر دیتا ہے کیا یہ ممکن ہے۔ مین ڈر ڈر کے کہتا ہون کیونکہ مین جانتا ہون کہ میرے اس خیال پر لوگ میری ہنسی اُڑائینگے۔ مین کہتا ہون کیا یہ ممکن ہے کہ اس سرزمین مین جو اس عجیب و غریب ماجرے کی

تماشا گاہ رہی ہے، پھر وہ ایکٹر کھڑے ہوئے ہوں۔

۲۱ ۔ متحیر و متعجب

انتخاب از پیسہ اخبار مورخہ ۲۰۔ اپریل ۱۹۱۱ء

۲۰۔ اپریل ۱۹۱۱ء کا متحیر و متعجب شاید اس کی توجیہ نہ کر سکے مگر ہمارے ناظرین کو کسی قسم کی توجیہ کی ضرورت نہیں۔ وہ تمام واقعات سے کما حقہ واقف ہیں۔ صرف اتنا کہنا ہے کہ قریب دو دن ہوئے، دلی سے اپنے وطن جانے کے ارادے سے روانہ ہو چکا تھا۔ وہ ایک دن کے لیے لاہور بھی ٹھہر گیا، اور یوں ہی باغ حیوانات کی سیر کو چلا گیا تھا۔

باغ حیوانات سے متاثر و محزون اپنی جائے قیام پر آیا تو اُسے ایک دربار کو ٹیلیگرام ملا، جو دہلی ہوتا ہوا یہاں آیا تھا۔

اس عرصہ میں میری طبیعت پھر اچھی نہیں رہی نقاہت بہت ہو گئی تھی، کل شب کو کوئی آٹھ پانچ بجے ڈاکٹروں نے میرے ہاتھوں کو Electric battery (برقی بیٹری) لگائی اس وقت تو ہاتھوں میں

بہت اینٹھن ہوئی اور تکلیف پہونچی، مگر اب حالت بہت بہتر ہے لیلیٰ"

ناظرین نے حساب لگا لیا ہوگا، یہ وہ رات تھی اور وہ وقت تھا جبکہ دہلی میں قیس سوفا پر سے گر پڑا تھا اور اُس کے ہاتھ اینٹھنے لگے تھے۔

ڈاکٹروں نے اسوقت مرگی تشخیص کی تھی۔ معلوم ہوا علم طب اسوقت ہمارے زمانہ سے بھی زیادہ ترقی کر گیا تھا۔

(۹)

ریل کا اسٹیشن تھا، اُس شہر کا جو اُس خصوصیت کے لحاظ سے دنیا میں یگانہ ہے کہ یہاں ملت واحد رہتی ہے اور خدائے واحد کی پرستش کرتی ہے، جہاں انسان خدا کو خدا مانتا ہے اور اُس کے پرعظمت و پرہیبت خیال کو سامنے رکھکر خیال کو خیال کے سوا کسی اور چیز کو نہیں۔ اُسکے مقابل میں اپنے عاجز سر کو جھکاتا ہے، جہانتک پہونچنے جسے ایک دفعہ دیکھنے کی آرزو دنیا کی آبادی کے ایک بڑے حصہ کو ہے، جسکے قریب پہنچکے امارت و اسارت، حاجت و نعمت، علمیت و جہالت، اپنے ظاہری لباسوں اپنے بیرونی

رنگھا سے پرالوان کو علیحدہ کرکے، ایک سفید، ایک بے داغ، گویا اپنے تمنا سے دلی (یعنی کاش اس کی طرح ہم بھی بے لوث اور بے داغ ہوتے) کو ظاہر کرنے والے لباس مین ملبس ہو کر عقیدت کے ولولے اور جوش کے غلغلے کے ساتھ آگے بڑھتی ہے، جہان مین نہین کہتا کہ گناہ نہین ہوتا، مگر جہان ارتکاب گناہ کی نیت سے لوگ نہین جاتے، جس کی طرف خدا کو اپنے تئین سونپنے والا دنیا کے کسی حصہ مین ہو اشارتاً منہ کرتا ہے، جہان موحدین کا قبلہ، مسلمین کا کعبہ ہے، جو صدیق ہو سکے۔ الحدید الحجاز کے اس موقف پر قطار آکر ٹھہری مدیر الموقف جلدی سے اپنے ا ... سے نکل کر انتظام و نگرانی کے لیے باہر آکر کھڑا ہوا، قطار کی گاڑیون کی کھڑکیان کھلنی شروع ہوئین، اور ان مین سے عقیدت و اخلاص کے جوش مین متوالی اپنی منزل مقصود تک پہونچ جانے کی خوشی مین سراسیمہ، دنیا کے ہر حصہ اور ہر زبان کے بولنے والی خلقت نکلنے لگی۔

اس خلقت کے ہجوم مین ہمارا قیس اور اسکا باپ بھی تھا۔

ہندوستان سے واپسی پر قیس کی حالت مین کوئی بہتری ظاہر

نہین ہوئی تھی۔ لوگون کو توقع تھی۔ اور اس توقع مین اُسکا بیچارہ، ورماندہ حیران و پریشان باپ بھی شریک تھا کہ ہندوستان سے واپس آنے پر وہ (قیس) لیلیٰ کا اس قدر گرویدہ نہ رہیگا۔ سفر اور غیر ممالک کے مناظر اس کو نئی دلبستگیان دکھائینگے نئی دلچسپیان سوجھائینگے، اور وہ لیلیٰ کے نام کی اس قدر رٹ نہ لگائیگا۔ (قیس کے حصول مرام کی جہانتک اُس کے شفیق باپ سے ہوسکتا تھا اُسنے کوشش کی تھی۔ مگر لیلے کا مغرور، دولت اور عالی خاندانی کے نشہ مین سرشار، خاندان ان کوششون کو نہایت حقارت سے رد کر چکا تھا۔)

اُس کا باپ سمجھتا تھا کہ وہ اس قدر گرویدہ نہ رہیگا، مگر ہوا کیا؟ جسوقت وہ واپس آیا تو ایک ایسے انسان کی طرح جو بہت دنون تک بھوکا رکھا گیا ہو، اور پھر اُس کے سامنے عمدہ کھانا پیش کیا جائے، نتائج کی طرف سے بے پروائی کے ساتھ اُس نے لیلیٰ سے ملنے کی کوشش کرنی شروع کی۔

جب اُس کے خطوط پے درپے وہان سے واپس آنے لگے، تو

اُس نے "العصر" قسیم[1] مین جو نجد کا سب سے بڑا اخبار تھا لیلیٰ کے لیے خطوط چھپوانے شروع کر دیے؛ وہ اپنی بیتابی اور بے صبری کو نہایت پُردرد الفاظ مین ظاہر کرتا تھا۔

ل ۔ کو (ابھی اس مین اتنی عقل تھی کہ لیلی کا نام درج نہین کرتا تھا۔)

تمھارے قدمون تک میری جبین کا پہونچنا عجب، تمھارے حضور تک میرے سفیر یا نامے بھی نہین پہونچتے؛ نہین پہونچنے دیے جاتے۔ تمھارے جو دو ایک مارکونیگرام مجھے ملے ہین اُنھون نے مجھے اسکی ہمت دلائی ہے کہ مین تم سے تمھاری توجہات کی مداومت و بقا کی التجا کرون۔ مگر عرصے سے وہ بھی بند ہین۔ کیا ایک ملک ایک شہر مین رہکر مین خیریت مزاج کی خوشخبری سے بھی محروم رہون گا؟ آہ نجد مین رحم نہین رہا۔ نجد مین شاید ہو مگر تمھارے خاندان مین نہین۔

کچھ یہی ہوتا آیا ہے کہ محبت مین لوگ سمجھتے ہین کہ باقی دنیا کی آنکھین نہین، اور کوئی اُن کے راز کو نہین جانتا۔ اُنکی کیفیت کو دیکھ نہین سکتا۔

---

[1] نجد کا سب سے بڑا شہر۔

چنانچہ وہ یہ سمجھتا تھا کہ کوئی اس اشتہار کے (سوائے لیلی اسکے) معنی نہ سمجھیگا!
نہ کسی کو یہ پتہ چلیگا کہ کسکی طرف سے ہے اور کسکے لیے ہے.

مگر ان اشتہارون نے اسکی اور اُسکے ساتھ لیلی اسکے خاندان کی خوب
شہرت کی! وہ ظاہر ہے کہ ان کو پڑھ پڑھ کے آگ بگولا ہو گئے. اور
انھون نے "العصر" پر ازالہ حیثیت عرفی کے دائر کرنے کا تہیہ
کرلیا. لیکن لوگون نے بیچ مین پڑکر مصالحت کرا دی. ایڈیٹر نے نہایت لجاجت سے
سے معذرت خواہی کی اور اس بات کا یقین دلایا کہ آئندہ سے اس قسم
کے اشتہار کسی صورت مین نہ چھپینگے.

یہ حالتین دیکھ کر اُسکا والد حیران تھا اور اُسے کوئی ترکیب نظر نہ آتی
تھی. لیلی کا خاندان اپنی طرف اَڑا ہوا اُدھر قیس کی یہ کیفیت. بیچارہ
اپنے تئین ایک بڑی مصیبت مین مبتلا پاتا تھا. آخر اُس نے مذہب
کی طرف رجوع کی! اور اس امید پر کہ وہان پہنچکر قیس رو براہ ہوگا. اور
وہان اُسکے اصلاح مزاج کی دعا قبول ہوگی! وہ اپنے (دنیا کی نظر مین
دیوانے) بیٹے کو لے کر مکہ آیا.

وہان آیا جہان ہر شخص اپنی عزیز ترین تمنا لیکر آتا ہے! جس در کے

سامنے، جس چھت کے نیچے سب سے زیادہ صمیمی، سب سے زیادہ دلی دعائیں مانگی جاتی ہیں، یا زیادہ صحیح یہ کہ ہر جگہ سے زیادہ قوی امید اجابت کے ساتھ تخت سماوی کی طرف جاتی ہیں (ورنہ صمیمیت تو دنیا کے ہر گوشہ مین فریاد طلب کر رہی ہے) وہان وہ اُسے لیکر پہونچا خود خضوع و خشوع سے دعا مانگی اور قیس سے بھی کہا کہ اپنی قابل رحم حالت سے نجات پانے کے لیے دست دعا اُٹھائیے.

اور قیس نے دست دعا اُٹھائے، اور انتہا سے صمیمیت غایت تضرع سے احماق دل سے نکلنے والی صدا سے دعا مانگی. مگر کیا؟ وہی جو اُس نے سیکڑون برس پہلے مانگی تھی، اور جو ہر قیس طبیعت چاہے وہ کہین ہو اور کسی زمانے مین ہو مانگے گا.

مین جس مصیبت مبتلا ہون، خدا کرے وہ کبھی نہ کم ہو.

۳۳۱۱

دعویٰ نہیں کیا جاسکتا کہ ارباب ذوق کی دلی خواہش کے مطابق جملہ کتابیں فراہم ہو جاتی
ہیں تاہم اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ہماری کوششیں ایک حد تک بارور ہوئیں اور دو ارجو
اور مولفات کے باوجود اکثر و بیشتر مشہور و مقبول اور مستند کتابیں الناظر
بک ایجنسی کے ذخیرہ میں ہر وقت موجود رہتی ہیں یا اسکے دفتر سے فراہم کردی
جاتی ہیں شعرا اردو کے عناصر اربعہ (جن کا اوپر ذکر کیا جاچکا ہے) کے علاوہ مرزا غالب
مولانا ذکاء اللہ - حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی - مولانا عبدالحلیم شرر - منشی سجاد حسین
اڈیٹر اودھ پنچ - پنڈت رتن ناتھ سرشار - نواب محسن الملک - مولوی چراغ علی - مولوی عبدالرزاق
کانپوری - مولانا اشہری - خلیفہ محمد حسین - مولانا اسلم جیراجپوری - منشی جوالا پرشاد برق - مولوی
سید علی بلگرامی - مسٹر سید محمود - مولوی عبداللہ العمادی - حکیم محمد علیخان اڈیٹر مرقع عالم - خواجہ حسن
نظامی - ڈاکٹر اقبال - مولوی عزیز مرزا - خواجہ غلام الحسنین - حافظ عبدالرحمن امرتسری - مولوی
بشیر الدین احمد دہلوی - مولوی فتحیاب عالم مارہروی - مفتی انتظام الحق - حضرت نیاز فتحپوری - مولانا راشد الخیری
مولانا حامد علی صدیقی - جناب شوق قدوائی - مرزا محمد ہادی رسوا - حضرت سیماب اکبرآبادی
مولانا سید سلیمان ندوی - مسٹر ظفر عمر - مولوی ظفر علیخان - منشی پریم چند - اے آر سٹرام ایم اے
مسٹر سلطان حیدر جوش - حضرت ارشد تھانوی - مہاشے پرکاش دیو - مولوی رشید احمد
انصاری - شیخ مشیر حسین قدوائی وغیرہ کی تقریباً مکمل تصانیف آپکو ایک کارڈ لکھنے پر فراہم
کردی جاسکتی ہیں - لہذا جملہ بہی خواہان اردو و شائقین کتب کو صلائے عام دیجاتی
ہے کہ آئندہ اردو کی جو کتاب اُن کو درکار ہو اسکے لیے فوراً ہمارے پاس فرمائش
بھیجیں کوئی کتاب موجود نہ ہوگی تب بھی منگا کر روانہ کیجائیگی -

نوٹ - وقتاً فوقتاً ہم فہرستیں شائع کرتے اور اخبارات میں اشتہار دیتے رہتے
ہیں - نیز "الناظر" کے سرورق پر ہر مہینے نئی فہرستیں شائع ہوتی ہیں جو صاحب چاہیں
دیکھیں اور ضرورت جانیں تو فہرست منگا لیں -

خاکسار ظفر الملک علوی اڈیٹر الناظر لکھنؤ

سید سجاد حیدر صاحب کی دوسری کتابین

خیالستان - سید سجاد حیدر صاحب نے ترکی زبان سے واقف ہونیکے بعد اردو زبان میں ایک عجیب دلکش انداز تحریر کی بنیاد ڈالی اور ترکی علم ادب کا رنگ اپنی زبان مین پیدا کر دیا۔

یہ اون کے چودہ مضامین کا مجموعہ ہے جو وقتاً فوقتاً لکھے گئے اور شایع ہوے - اور اون کی انشا پردازی کا بہترین طریہ ہین کتاب نہایت صفائی و پاکیزگی سے چھپی ہے۔

قیمت قسم اول مجلد با تصویر .... سے ر

قسم دوم (بے جلد) .... عہ

زہرا - ایک ترکی ناول کا ترجمہ جسکے مطالعہ سے ترکی طرز تحریر اور ترکون کی معاشرت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ قیمت .... ۱۲ ر

ثالث بالخیر - یہ بھی ایک ترکی ناول کا ترجمہ ہے - ترکون کی فسانہ نگاری خاص طور پر دلکش ہے - مترجم کی جدت طرازیون نے اُس کی دلکشی مین اور اضافہ کر دیا ہے قیمت ۸ ر

مرزا پھویا - سجاد حیدر صاحب کی ایک دلچسپ نظم جو بزمانہ طالبعلمی علی گڈھ مین کہی گئی تھی اور بہت مقبول ہوئی۔ قیمت .... ۱ ر